رہا ہے جس کے تحت آئندہ پانچ برسوں میں "آزاد ریاستوں کی دولت مشترکہ" کے ہر پبلک اسکول میں ایک باخبر فاضل اُستاد کام کر رہا ہوگا۔ ایک دوسرا تبشیری گروہ ہر سال "آزاد ریاستوں کی دولت مشترکہ" اور مشرقی یورپ کے ملکوں میں دو ہزار منّاد بھیج رہا ہے۔ جب کہ ایک اور تنظیم ۲۰۰۰ء تک دو لاکھ جماعتوں کی تشکیل کا ہدف پیش نظر رکھے ہوئے ہے۔

کانفرنس کے شرکاء کے سامنے یہ بات بھی آئی کہ بعض جدید مذہبی تحریکیں مشرقی یورپ میں کام کر رہی ہیں۔ پولینڈ کے طالب علموں نے ہندوستان سے باہر مشرقی مذہبی خیالات میں سب سے زیادہ دلچسپی کا اظہار کیا ہے، تاہم پولینڈ کی غالب اکثریت کیتھولک ہے۔ سابق کمیونسٹ ممالک میں مسیحی منّادوں کے کام سے زیادہ کسی کے کام کی اہمیت نہیں۔ حال ہی میں مورمن فرقے کی The Book of Mormon [کتابِ مورمن] کے تراجم ہنگرین، چیک اور بلغاروی زبانوں میں ہوئے ہیں۔ (دی انڈی پنڈنٹ، لندن - ۲۹ مارچ ۱۹۹۳ء)

پاکستان: "--- میں اب اپنے آپ کو محفوظ سمجھتی ہوں۔" بوسنیا کی پناہ گزین مسیحی خاتون کے تاثرات

[بوسنیا ہرزے گووینا کے خلاف سربوں کی جارحیت مسلسل جاری ہے اور مقامی آبادی نقلِ وطن ہے۔ ہمسایہ کروشیا میں موجود بوسنیا کے مظلوم پناہ گزینوں کے لیے زندگی ناممکن بنا دی گئی ہے اور اُنہیں ایک دن کے نوٹس پر ملک سے نکالا جا رہا ہے۔ جب کروشیا کے حکمرانوں نے مہینہ ڈیڑھ پہلے بوسنیا کے سیکڑوں پناہ گزینوں کو نکل جانے کا حکم دیا تو اُن کے سامنے کوئی منزل نہ تھی۔ حکومت پاکستان نے دینی اخوت اور انسانی ہمدردی کے تحت اُنہیں قبول کر لیا۔ پناہ گزین جن کے سامنے کوئی منزل نہیں تھی، اُنھوں نے پاکستان آ کر اطمینان کا سانس لیا ہے۔ وائس آف امریکہ کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ جب "غیر ملکی صحافیوں نے اسلام آباد میں بوسنیا کے پناہ گزینوں کے کیمپ کا دورہ کیا تو خواتین اور بچے بہت خوش اور مطمئن نظر آ رہے تھے۔ اُن کا کہنا تھا کہ ۱۴ مہینوں میں پہلی مرتبہ اُنہیں تحفظ کے احساس کے ساتھ کچھ سہولتیں اور آسائشیں میسّر آئی ہیں۔"

یہ الگ بات ہے کہ بعض مغربی ذرائع ابلاغ نے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر پاکستان کی اس خدمت کا ذکر بھی اس طرح کیا ہے کہ بوسنیا کی جدیدیت زدہ خواتین پاکستان جانے کے لیے آمادہ نہیں، کیوں کہ اُنہیں وہاں شرعی تقاضوں کے مطابق لباس پہننا ہوگا اور حجاب اختیار کرنا پڑے گا۔

بوسنیائی مہاجرین میں شامل ایک کیتھولک خاتون ڈیانا ہیروس بھی ہیں، ان کے تاثرات یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

سراجیوو کی ۲۶ سالہ کیتھولک خاتون، ڈیانا ہیروس نے بتایا کہ وہ اپنے دو سالہ بچے کو لے کر مسلمانوں کے ساتھ کروشیا میں پناہ گزین ہو گئی تھیں اور پھر ان ہی کے ساتھ پاکستان آ گئی ہیں۔ ڈیانا ہیروس نے بتایا کہ وہ ۱۳ مہینے بوسنیائی مسلمانوں کے ساتھ رہی ہیں اور اُن سے اپنے خاندان کی طرح محبت کرتی ہیں۔ پاکستان کی بات نہیں یہ لوگ دُنیا میں جہاں کہیں بھی جائیں گے، وہ اُن کے ساتھ رہیں گی، کیوں کہ یہی لوگ اُن کا خاندان ہیں۔

ڈیانا ہیروس کے خاوند سراجیوو ٹیلی وژن میں کام کرتے ہیں اور دیگر رشتہ داروں کے ہمراہ سراجیوو میں مقیم ہیں۔ ڈیانا ہیروس کا کہنا ہے کہ اُن پر اتنے مظالم ڈھائے گئے ہیں کہ الفاظ میں اُن کا اظہار نہیں ہو سکتا تاہم اب وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھتی ہیں۔ "(روز نامہ پاکستان" لاہور، ۲۳ جون ۱۹۹۳ء)

انتخابات (اکتوبر ۱۹۹۳ء) کے اعلان پر مسیحی برادری کا ایک ردعمل

[اکتوبر ۱۹۹۳ء کے انتخابات کا اعلان ہوتے ہی مسیحی رسائل و جرائد نے ایک دفعہ پھر طریقِ انتخاب کو موضوعِ بحث بنایا ہے اور جداگانہ طریقِ انتخاب کی مخالفت کی ہے۔ یہ بات اپنے طور پر دلچسپ ہے کہ جداگانہ طریقِ انتخاب کی مخالفت کرنے والے جانتے ہیں کہ ان کی برادری کے سیاسی رہنما موجودہ طریقِ انتخاب کے تحت نہ صرف انتخاب میں حصّہ لیں گے بلکہ برادری کی اکثریت اپنے نمائندے منتخب کرنے میں شریک ہو گی۔ مدیر "شاداب" (لاہور) کے الفاظ میں " نام نہاد سیاست دان آج بھی جداگانہ طریقِ انتخاب کے اندھے کنوئیں میں کودنے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ ان مٹھی بھر مفاد پرستوں کو اپنی نشست سے غرض ہے، اس کے لیے وہ ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں جن میں سرمایہ اور کمیونٹی کا مفاد دونوں شامل ہیں۔" (پندرہ روزہ "شاداب" لاہور، ۳۱ جولائی ۱۹۹۳ء)

مسیحی سیاسی رہنماؤں میں سے بعض جداگانہ طریقِ انتخاب کے حق میں بیانات دیتے رہے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح مسیحی برادری اپنے حقیقی نمائندے چُن سکتی ہے۔ لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) ڈبلیو۔ ہربرٹ (سابق اقلیتی رکن قومی اسمبلی پاکستان) یہی رائے رکھتے ہیں (دیکھیے: پندرہ روزہ "شاداب"، لاہور -۱۶ تا ۳۱ دسمبر ۱۹۹۱ء، ص ۱۹) بشپ الیگزینڈر جان ملک جداگانہ طریقِ انتخاب کی تائید نہیں کرتے مگر ان کے الفاظ میں یہ بات بھی ہے کہ "مشترکہ طریقِ انتخاب میں ہمارا کوئی امیدوار چاہے کتنا ہی اچھا اور قابل کیوں نہ ہو، وہ آگے نہیں آسکتا اور اس کے مقابلے میں کوئی بھی ان پڑھ شخص کامیاب ہو جائے گا۔" (روزنامہ "پاکستان"، لاہور -۲۱ دسمبر ۱۹۹۱ء)